ناشر
تعمیر معاشرہ جامعہ خلفائے راشدین
مدنی کالونی، ہاکس بے روڈ گریکس، ماڑی پور کراچی 0333-2117851

فهرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عشرہ ذی الحجہ کی فضیلت

اس عشرہ کی فضیلت قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

قرآنِ کریم میں سورۃ الفجر کی آیت ''وَلَيَالٍ عَشْر'' (اوردس راتوں کی قسم) سے امام قرطبی اورکئی دوسرے مفسرین حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ نے ذی الحجہ کی دس راتوں کو مراد لیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ : کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ جس میں نیک عمل اللہ تعالیٰ کے یہاں ان دس (ذی الحجہ کے) دنوں کے نیک عمل سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہو، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا جہاد فی سبیل اللہ سے بھی بڑھ کر ہے؟ فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ سے بھی بڑھ کر ہے۔ ہاں! وہ شخص جو اپنی جان اور مال لے کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلا پھر ان میں سے کوئی چیز بھی واپس لے کر نہ آیا (یعنی سب کچھ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نثار کردیا تو یہ ان دنوں کے نیک عمل سے بھی بڑھ کر ہے)۔

(بخاری، مشکوۃ ۱۲۷، ط: قدیمی، تفسیر ابن کثیر ۴/ ۵۰۵، ط: قدیمی)

سئل رسول الله ﷺ عن صوم يوم عرفة قال: يكفر السنة الماضية والباقية. (مسلم ١/ ٣٦٨، ط: قديمی)

رسول اللہ ﷺ سے عرفہ (۹/ ذی الحجہ) کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا (۹/ ذی الحجہ کا روزہ رکھنا) ایک سال گزشتہ اور ایک سال آئندہ کے گناہوں کا کفارہ ہے۔

عن ام سلمة رضى الله تعالىٰ عنها: ان النبى ﷺ قال: اذا رأيتم هلال ذى الحجة واراد احدكم ان يضحى فليمسك عن شعره واظفاره.

(مسلم ٢/ ١٦٠، ط: قديمی)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب ذی الحجہ کا چاند نظر آئے (یعنی ذی الحجہ کا مہینہ شروع ہو جائے) اور تم میں سے کسی کا قربانی کرنے کا

ارادہ ہوتو وہ جسم کے کسی حصے کے بال اور ناخن نہ کاٹے۔

مسئلہ : قربانی کرنے والے کے لیے مستحب ہے کہ ذی الحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد قربانی کرنے تک اپنے ناخن نہ کاٹے اور سر، بغل اور ناف کے نیچے بلکہ بدن کے کسی حصے کے بال بھی نہ کاٹے، لیکن ایسا کرنا مستحب ہے ضروری نہیں۔ (ملخصاً احسن الفتاویٰ ۷/ ۴۹۷، ط: سعید)

قربانی کی اہمیت

قربانی قدیم ترین شعائرِ دین میں سے ہے، اللہ تعالیٰ نے ہر امت کے لیے اس عملِ قربانی کو اپنے تقرب کا ذریعہ بنایا، جیسے باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكاً .[الحج : ۳۴]

''اور ہم نے ہر امت کے لیے قربانی کے عمل کو عبادت بنایا''۔

بہرحال قربانی اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ایک بہترین عمل ہے، اس کا ثبوت قرآنِ مجید کے قطعی دلائل، احادیثِ متواترہ اور امت مسلمہ کے مسلسل عملی تواتر سے ہے۔

(اعلاء السنن ۱۷/ ۲۸۲، ط: ادارۃ القرآن)

قرآن وحدیث اور قربانی

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ [الکوثر: ۲] ''سو آپ نماز (عید) پڑھیے اور قربانی کیجیے''۔

رئیس المفسرین حضرت ابن عباس، حسن بصری، مجاہد اور عکرمہ تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ: ای فاذبح یوم النحر کہ آپ عید کے دن قربانی کیجیے۔ (سنن کبریٰ بحوالہ رسائل)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ''وانحر'' سے اونٹ وغیرہ کی قربانی مراد لی ہے اور اس تفسیر کو ابن عباس، عطاء، حسن بصری، قتادہ، ضحاک اور دوسرے بہت سے سلف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ۴/ ۵۵۸، ط: قدیمی)

تنبیہ : ''وانحر'' سے سینہ پر ہاتھ باندھنا مراد لینا غلط ہے اور اس سلسلے میں جتنی روایات ہیں سب ضعیف اور کمزور ہیں۔

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُم.[الحج : ۳۷]

ترجمہ : اللہ تعالیٰ کے پاس نہ اُن کا گوشت پہنچتا ہے، نہ ان کا خون ولیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔

قربانی کے متعلق احادیث

عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت :قال رسول الله ﷺ ما عمل ابن آدم من عمل یوم النحر احب الی الله من اهراق الدم وانه لیأتی یوم القیامة بقرونها وأشعارها واظلافها وان الدم لیقع من الله بمکان قبل ان یقع بالارض فطیبوا بها نفسا. رواه الترمذی وابن ماجة.(مشکوة ١٢٨،ط:قدیمی)

(١) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قربانی کے دن قربانی سے زیادہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں اور قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ لایا جائے گا اور ذبح کرتے وقت کا خون زمین پر گرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہو جاتا ہے تو خوب خوشی سے اور دل کھول کر قربانی کیا کرو۔

عن زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال اصحاب رسول الله ﷺ ما هذه الاضاحی؟ قال سنة ابیکم ابراهیم علیه السلام قالو فما لنا فیها یا رسول الله؟ قال بکل شعرة حسنة.(مشکوة ١٢٩،ط:قدیمی)

(٢) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ان قربانیوں کی کیا حقیقت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تمہارے والد (جدِ امجد) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا ہمارے لیے اس میں کیا (فائدہ) ہے یا رسول اللہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ (قربانی کے جانور کے) ہر ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ہے۔

(٣) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے مدینہ طیبہ میں مینڈھوں کی قربانی کی۔ (بخاری ٢/٨٣٣، ط: قدیمی)

(٤) حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے مدینہ میں ہمیں عید کی نماز پڑھائی، آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ بعض لوگوں نے نمازِ عید سے قبل ہی قربانی کر لی ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں دوبارہ قربانی کرنا ہوگی۔

(مسلم ٢/١٥٣، ط: قدیمی)

(۵) حضرت عبد اللہ ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے پورے دس سال مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا اور بلا ناغہ ہر سال قربانی کرتے رہے۔(ترمذی ۱/ ۲۷۷، ط: سعید)

امت مسلمہ کا عمل اور قربانی

امام ابو حنیفہ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی اور ان کے ماننے والے، امام مالک رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی اور ان کے متبعین، امام اوزاعی، سفیان ثوری رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی وغیرہ حضرات کے نزدیک قربانی ہر مالدار مسلمان پر واجب ہے۔

ایک غلط فہمی اور اس کا ازالہ

بعض لوگ یہ سمجھتے اور کہتے ہیں کہ قوم کا اتنا روپیہ جو تین دن میں جانوروں کے ذبح پر ہر سال فضول اور بے جا خرچ ہو جاتا ہے اس کا کوئی مفاد نظر نہیں آتا اگر یہی پیسہ رفاہی اور قومی مفادات پر لگایا جائے تو بہت فائدہ ہوگا اور غرباء و مساکین اپنی ضرورت اور حاجت کے مطابق ان رقوم کو جہاں چاہیں گے لگا دیں گے اور مال دینے والا بھی صدقہ کے ثواب سے محروم نہیں رہے گا؟

جواب: (۱) اس دنیا میں جیسے جسمانی صحت کے لیے مختلف غذاؤں کی ضرورت ہوتی ہے اور ہر غذا کی اپنی جگہ ایک خاصیت ہے، جیسے مختلف کھانے اور انواع و اقسام کے پھل وغیرہ، اب اگر کوئی شخص روٹی کی جگہ صرف پانی پر ہی گزارا کرے تو اس کی غذائی ضرورت ہرگز پوری نہ ہوگی بلکہ پانی اپنی جگہ ضروری ہے اور اس کی اپنی تاثیر و خاصیت ہے اور روٹی کے اپنے فوائد ہیں، اسی طرح روحانی زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ نے مختلف غذائیں مقرر کی ہیں، مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوۃ، قربانی، ان میں سے ہر عمل کی اپنی جگہ فرضیت، خاصیت اور ثواب ہے اور ہر عبادت کے الگ الگ مواقع ہیں، اب اگر کوئی شخص روزہ کی جگہ نماز ہی پڑھے تو نماز کا فائدہ ہوگا لیکن روزے کا نہیں، اسی طرح ''اراقہ'' (قربانی کرنا) جدا حیثیت رکھتا ہے اور صدقہ جدا حیثیت، اگر کوئی شخص قربانی کے دنوں میں قربانی نہ کرے اور سارا مال صدقہ کر دے تو اس کو صدقے کا ثواب تو ملے گا لیکن قربانی کے فضائل سے محروم ہی رہے گا اور قربانی کے عظیم عمل کے فوائد اور روحانیت اسے ہرگز حاصل نہ ہوگی۔

(۲) شکل کے بدلنے سے اثرات اور روح بدلتی ہے، مثلاً اونٹ اور بکری کی روح الگ ہے اور گدھے اور کتے کی الگ، اب جو بکری ہے وہ گدھے کی طرح آواز نہیں نکالے گی بلکہ بکری ہی کی طرح آواز نکالے گی اور اگر شکل وصورت بدل جائے گی تو اس کی روح بھی بدل جائے گی، جیسے گائے ہے تو وہ گائے ہی کی آواز نکالے گی نہ کہ گدھے اور بکری کی، ایسے ہی ہر عبادت کی ایک شکل ہے اور ایک اس کی روح ہے، روح تب ہی حاصل ہوگی جب شکل اس عبادت کی ہوگی، مثلاً اگر ہم صدقہ کریں گے تو صدقے کی روحانیت حاصل ہوگی اور نماز پڑھیں گے تو اس کی الگ روحانیت ہے، بالکل اسی طرح قربانی کی شکل کو قائم کر کے قربانی کی روحانیت حاصل ہوگی، یعنی اگر قربانی کے ایام میں سارا مال صدقہ کر دیا جائے تو بھی قربانی کے فوائد اور ثمرات اور فضائل سے ہم یکسر محروم ہی رہیں گے اور ادنیٰ قربانی کے برابر بھی ہمیں ثواب حاصل نہ ہو سکے گا۔

(۳) جس طرح ہر دوا میں خاص تاثیر ہوتی ہے اور وہ دوا مخصوص امراض کے خاتمے کی صلاحیت رکھتی ہے نہ کہ ہر مرض کی، جیسے سر درد کے لیے لی جانے والی گولی سے سر کا درد ہی ختم ہو سکے گا نہ کہ پیٹ کا درد، اسی طرح ہر عبادت کے بھی اپنے فوائد اور ثمرات ہیں اور ہر عبادت مخصوص رذائل اور برائیوں کو ختم کرتی ہے، جیسے صدقہ سے آدمی کے اندر سخاوت کی صفت پیدا ہوتی ہے اور بخل زائل ہوتا ہے یوں ہی قربانی سے اپنی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کے لیے قربان کرنے، بہادری اور شجاعت کا جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے اور بزدلی، نفس اور خواہشات کی محبت ختم ہوتی ہے، جو کہ سارا مال صدقہ کر دینے سے حاصل نہیں ہوتی۔

پس ثابت ہوا کہ قربانی اپنی جگہ ایک عظیم عمل ہے اور صدقہ اپنی جگہ۔ ایامِ قربانی میں اس قربانی سے بڑھ کر کوئی ثواب والا عمل نہیں، اور جس طرح ہمیں نماز کی روحانیت کی ضرورت ہے اسی طرح قربانی کی روحانیت کی بھی ضرورت ہے۔

''تکبیراتِ تشریق''

مسئلہ : ۹/ ذی الحجہ کی فجر سے ۱۳/ ذی الحجہ کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد ایک بار

تکبیرات تشریق یعنی ''اَللّٰهُ اَکْبَر اَللّٰهُ اَکْبَر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَر اَللّٰهُ اَکْبَر وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ'' کہنا واجب ہے، اور یہ تکبیریں ہر مسلمان پر واجب ہیں خواہ امام ہو یا مقتدی یا منفرد اور خواہ مقیم ہو یا مسافر، مرد ہو یا عورت، شہری ہو یا دیہاتی۔ البتہ عورت آہستہ آواز سے کہے اور مرد درمیانی آواز سے، یہ تکبیریں جمعہ اور ہر فرض نماز کے بعد بھی کہیں۔ صحیح قول کے مطابق عید کی نماز کے بعد بھی کہی جائیں۔ مسبوق ولاحق بھی بقیہ نماز سے فراغت پر تکبیریں کہیں گے۔

(البحر الرائق ۲/ ۲۸۷ تا ۲۹۰، ط: رشیدیہ، الشامیہ ۲/ ۱۷۹، ط: سعید)

مسئلہ : یہ تکبیریں سلام پھیرنے کے متصل بعد واجب ہیں اس لیے اگر سلام پھیر کر کوئی ایسا کام کرلیا جو نماز کے منافی ہے مثلاً آواز سے ہنس پڑا یا عمداً وضو توڑ دیا یا کلام کرلیا۔ خواہ عمداً ہو یا سہواً یا مسجد سے نکل گیا یا کھلے میدان میں نماز پڑھی اور صفوں سے باہر نکل گیا ان تمام صورتوں میں تکبیریں ساقط ہوجائیں گی اس پر استغفار ضروری ہے۔

(البحر الرائق ۲/ ۲۸۸، ط: رشیدیہ، الشامیہ ۲/ ۱۷۹، ط: سعید)

مسئلہ : اگر سلام پھیر کر چہرہ قبلے سے پھیرلیا اور مسجد سے نہیں نکلا یا میدان میں نماز پڑھ کر صفوں کی حدود سے ابھی نہیں نکلا یا سلام کے بعد بلا قصد وضو ٹوٹ گیا تو تکبیریں کہنے کے لیے وضو کرنا ضروری نہیں۔ (البحر الرائق ۲/ ۲۸۹، ط: رشیدیہ، فتح القدیر ۲/ ۵۰، ط: رشیدیہ قدیم)

مسئلہ : مقتدی امام کے ساتھ تکبیریں کہیں، اگر امام بھول جائے تو مقتدی تکبیر کہہ دیں۔ (البحر الرائق ۲/ ۲۹۰، ط: رشیدیہ، الشامیہ ۲/ ۱۸۰، ط: سعید)

مسئلہ : اگر ایامِ تشریق کی کوئی نماز قضاء ہوگئی اور ایامِ تشریق ہی میں اس کی قضاء کی تو اس کے بعد بھی تکبیریں کہنا ضروری ہے البتہ اگر سابقہ ایام کی قضاء نمازیں ایامِ تشریق میں پڑھیں یا ایامِ تشریق کی قضاء نمازیں ان ایام کے گزر جانے کے بعد پڑھیں تو تکبیریں نہ کہے۔ (البحر الرائق ۲/ ۲۹۰، ط: رشیدیہ، الشامیہ ۲/ ۱۷۹، ط: سعید)

مسئلہ : تکبیریں ایک بار کہی جائیں یا زائد بار؟ اس میں اختلاف ہے، ایک سے زائد بار کہنے کو بعض خلافِ سنت فرماتے ہیں اور بعض جائز، اختلاف سے بچنے کے لئے ایک بار سے زیادہ نہیں کہنا چاہیے۔ (الشامیہ ۲/ ۱۷۸، ط: سعید، تبیین الحقائق ۱/ ۲۲۷، ط: امدادیہ)

نصابِ قربانی اور قربانی کے وجوب کی شرائط

نصابِ قربانی : جس کی ملکیت میں سونا، چاندی، مالِ تجارت، نقدی اور ضرورت سے زائد اشیاء میں سے کوئی ایک چیز یا ان میں سے بعض اشیاء کا مجموعہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے تو اس پر صدقہ فطر اور قربانی واجب ہے۔

اگر صرف سونا ہو تو اگر ساڑھے سات تولہ ہے تو قربانی واجب ہے ورنہ نہیں۔

شرائطِ قربانی: اس کے وجوب کے لیے چھ شرائط ہیں:

(۱) مسلمان ہونا، غیر مسلم پر واجب نہیں۔ (۲) مقیم ہونا، مسافر پر واجب نہیں۔

(۳) آزاد ہونا، غلام پر واجب نہیں۔ (۴) بالغ ہونا، نابالغ پر واجب نہیں۔

(۵) عاقل ہونا، مجنون پر واجب نہیں۔ (۶) مالدار ہونا، مسکین نادار پر واجب نہیں۔

(البدائع ۵/۶۳،۶۴، ط: رشیدیہ قدیم، الہندیہ ۵/۲۹۲، ط: رشیدیہ)

مسئلہ : اگر کسی کے پاس ضرورت سے زائد آباد یا غیر آباد اور بنجر زمین ہو تو اگر اس کی قیمت اور ضرورت سے زائد پیداوار کا مجموعہ یا کوئی ایک ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر یا زیادہ ہو تو ایسے شخص پر قربانی واجب ہے ورنہ نہیں۔ (الہندیہ، ۵/۲۹۲، ط: رشیدیہ)

مسئلہ : جو شخص مقروض ہو لیکن قرض کی رقم جدا کرنے کے بعد اس کے پاس بقدرِ نصاب مال بچتا ہو تو اس پر قربانی واجب ہے۔ (الہندیہ، ۵/۲۹۲، ط: رشیدیہ)

مسئلہ : اگر کچھ رقم قرض دے رکھی ہے یا فروخت شدہ مال کی قیمت باقی ہے تو یہ رقم اگر قابلِ وصول ہے تو قربانی واجب ہے البتہ اگر فی الحال قربانی کے لیے نہ نقد رقم ہے اور نہ ضرورت سے زائد اتنا سامان ہے جسے فروخت کر کے قربانی کر سکے تو قربانی واجب نہ ہوگی البتہ اگر بآسانی قرض مل سکے تو قربانی کی جاسکتی ہے۔ (الہندیہ، ۵/۲۹۲، ط: رشیدیہ، احسن الفتاوی، ۷/۵۱۲، ط: سعید)

مسئلہ : اگر کسی شخص کے پاس بقدرِ نصاب مال تو موجود ہو لیکن وہ اپنے گھر سے دور کسی اور جگہ مقیم ہو تو اس کو چاہیے کہ گھر پر رابطہ کر کے ایامِ اضحیہ میں کسی کو اپنا وکیل بنالے اور وہ اس کی طرف سے قربانی کر لے یا یہ مقیم شخص جس جگہ ہے کسی ذریعے سے وہاں رقم منگوا کر

خود ہی قربانی کرلے اور اگر ایسی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو اس پر قربانی واجب نہیں۔

اسی طرح کوئی شخص یوم الترویہ (آٹھ ذی الحجہ) سے پندرہ دن قبل مکہ پہنچ گیا پھر اگر وہ مقیم شخص متمتع یا قارن ہے تو اس پر دمِ شکر کے ساتھ ساتھ اضحیہ بھی واجب ہے چاہے وہیں قربانی کرلے یا اپنے وطن اصلی میں کسی کو اپنا وکیل بنالے اور اگر پندرہ دن پہلے نہیں پہنچا تو مسافر ہے اس پر صرف دمِ شکر واجب ہے، قربانی واجب نہیں۔ (البدائع ۴/۱۹۶، ط: رشیدیہ)

مسئلہ : اگر کوئی شخص ایامِ نحر سے قبل صاحبِ نصاب تھا اور جانور بھی خرید چکا تھا لیکن ایامِ نحر میں فقیر ہو گیا تو اس پر قربانی واجب نہیں۔ (احسن الفتاوی، ۷/۵۱۱، ط: سعید)

مسئلہ : مشترک مال والے بھائیوں میں سے وہ بھائی جو بالغ ہوں اور ان کا حصہ بقدرِ نصاب بنتا ہو تو ان پر قربانی واجب ہوگی باقی پر نہیں۔ (الشامیہ ۳/۲۸۰،۲۸۱ ط: رشیدیہ)

مسئلہ : گھر والوں میں سے جس جس کے پاس نصابِ کامل ہے اس پر علیحدہ قربانی واجب ہے، پورے گھر کی طرف سے ایک قربانی کافی نہیں۔ (الہندیہ ۵/۲۹۲، ط: رشیدیہ)

مسئلہ : جس کے پاس ایسی کتابیں ہوں جو ضرورت اور استعمال کی نہ ہوں اور ان کتابوں کی مالیت بقدرِ نصاب ہو تو ایسے شخص پر قربانی واجب ہے۔ (الطحطاوی علی الدر ۴/۱۶۰، ط: المکتبۃ العربیہ)

قربانی کے جانور اور ان کی عمریں

(۱) اونٹ : عمر کم از کم پانچ سال (مسلم ۲/ ۱۵۵، ط: قدیمی)

(۲) گائے، بیل : عمر کم از کم دو سال (مسلم ۲/ ۱۵۵، ط: قدیمی)

(۳) بکرا، بکری، بھیڑ، دنبہ: عمر کم از کم ایک سال

(مسلم ۲/ ۱۵۵، ط: قدیمی، اعلاء السنن ۱۷/ ۲۴۱، ط: ادارۃ القرآن)

البتہ دنبہ اگر اتنا فربہ اور موٹا ہو کہ دیکھنے میں پورے سال کا معلوم ہو تو سال سے کم ہونے کے باوجود بھی اس کی قربانی جائز ہے، بشرطیکہ چھ ماہ سے کم نہ ہو۔ (مسلم ۲/ ۱۵۵، ط: قدیمی)

مسئلہ : عمر کے پورا ہونے کا اطمینان ضروری ہے دانتوں کا ہونا ضروری نہیں۔

(احسن الفتاوی، ۷/ ۵۲۰، ط: سعید)

تنبیہ : ''مسنہ'' کا معنی خود غیر مقلدین نے یہ کیا ہے کہ بکری میں جو ایک سال کی ہو اور دوسرا شروع ہو جائے اور گائے ،بھینس میں جو دو سال کی ہو تیسرا شروع ہو جائے اور اونٹ کا جو پانچ سال کا ہو اور چھٹا شروع ہو جائے۔ (فتاویٰ نذیریہ، فتاویٰ علماءِ اہلِ حدیث، بحوالہ رسائل)

مرغی، انڈے کی قربانی اور غیر مقلدین

مسئلہ : مرغا، مرغی اور انڈے کی قربانی جائز نہیں۔ (الہندیہ ۵/۳۰۰، ط: رشیدیہ)

غیر مقلدین کے نزدیک جائز ہے۔

چیلنج ومطالبہ : ہم ببانگِ دہل یہ کہتے ہیں کہ غیر مقلدین اس مسئلہ میں بھی قرآن وسنت اور عملِ متوارث کو چھوڑ کر بغاوت اور گمراہی کے راستے پر گامزن ہیں ورنہ صرف ایک حدیث پیش کریں جس میں عید الاضحیٰ کی قربانی کی تصریح بھی ہو اور مرغا، مرغی اور انڈے کا ذکر بھی ہو یا کسی ایک تابعی یا صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل بتائیں جنہوں نے عید الاضحیٰ کے موقع پر انڈوں یا مرغوں کی قربانی پوری زندگی میں ایک مرتبہ بھی کی ہو۔ (دیدہ باید)

بھینس کی قربانی

مقلدین کے نزدیک چونکہ قیاسِ مجتہد حجت ہے اس لیے ان کے نزدیک قیاسِ مجتہد کی وجہ سے بھینس اور گائے کی قربانی جائز اور گوشت اور دودھ حلال ہے۔

مطالبہ : غیر مقلدین سے ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ تم قیاس کو شیطانی عمل کہتے ہو پھر بھی بھینس کی قربانی کو جائز اور اس کے گوشت اور دودھ کو حلال کہتے ہو لہٰذا اس کے جواز اور حلال ہونے کی صریح آیت یا صحیح، صریح غیر معارض حدیث بتائیں یا قیاس کے قائل ہو جائیں یا بھینس کا گوشت اور دودھ استعمال کرنا چھوڑ دیں۔

وہ عیب دار جانور جن کی قربانی ناجائز ہے

درج ذیل عیب دار جانوروں کی قربانی جائز نہیں :

(۱) لنگڑا جانور، جس کا لنگڑا پن اتنا ظاہر ہو کہ ذبح کی جگہ تک نہ پہنچ سکے۔

(ترمذی ۲/۲۷۵، ط: سعید، ابوداؤد ۱/۳۸۷، ط: میر محمد)

(۲) اندھا یا ایسا کانا جس کا کانا پن ظاہر ہو۔(الہندیہ۵/ ۲۹۷، ط: رشیدیہ)

(۳) ایسا بیمار جس کی بیماری بالکل ظاہر ہو۔(الہندیہ۵/ ۲۹۷، ط: رشیدیہ)

(۴) ایسا دبلا، مریل، بوڑھا جانور جس کی ہڈیوں میں گودا نہ رہا ہو۔(الہندیہ،۵/۲۹۸،ط:رشیدیہ)

(۵) جس کی پیدائشی دم نہ ہو۔(الہندیہ۵/ ۲۹۷، ط: رشیدیہ)

(۶) جس کا پیدائشی ایک کان نہ ہو۔(الہندیہ۵/ ۲۹۷، ط: رشیدیہ)

(۷) جس کی چکتی یا دم یا کان کا ایک تہائی یا تہائی سے زیادہ حصہ کٹا ہوا ہو۔البتہ چکتی والے دنبے کی دم کا اعتبار نہیں لہٰذا پوری دم کٹی ہوئی ہو تو بھی قربانی جائز ہے۔نیز دنبے یا دنبی کی پیدائشی طور پر چکتی نہ ہو تو اس کی بھی قربانی درست ہے۔

(الشامیہ،۶/ ۳۲۵، ط: سعید، الہندیہ۵/ ۲۹۸، ط: رشیدیہ، احسن الفتاوی ۷/ ۵۱۷، ط: سعید)

(۸) جس کے پیدائشی طور پر تھن نہ ہوں۔(الشامیہ ۹/ ۵۳۸، ط: رشیدیہ)

(۹) دنبی، بھیڑ، بکری کا ایک تھن نہ ہو یا مرض کی وجہ سے خشک ہو گیا ہو یا کسی وجہ سے ضائع ہو گیا ہو۔(الشامیہ ۹/ ۵۳۸، ط: رشیدیہ)

(۱۰) گائے، بھینس، اونٹنی کے دو تھن نہ ہوں یا خشک ہو گئے ہوں یا کسی وجہ سے ضائع ہو گئے ہوں، البتہ اگر ایک تھن نہ ہو یا خشک یا ضائع ہو گیا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔

(الشامیہ ۹/ ۵۳۸، ط: رشیدیہ)

(۱۱) آنکھ کی تہائی یا اس سے زیادہ روشنی جاتی رہی ہو۔(الہندیہ ۵/ ۲۹۸، ط: رشیدیہ)

(۱۲) جس کے دانت بالکل نہ ہوں یا اکثر گر گئے ہوں یا ایسے گھس گئے ہوں کہ چارہ بھی نہ کھا سکے۔(الہندیہ ۵/ ۲۹۸، ط: رشیدیہ، احسن الفتاوی ۷/ ۵۱۳، ط: سعید)

(۱۳) جس کا ایک یا دونوں سینگ جڑ سے اکھڑ جائیں۔(الہندیہ ۵/ ۲۹۷، ط: رشیدیہ)

(۱۴) جسے مرضِ جنون اس حد تک ہو کہ چارہ بھی نہ کھا سکے۔(الہندیہ ۵/ ۲۹۸، ط: رشیدیہ)

(۱۵) خارشی جانور جو بہت دبلا اور کمزور ہو۔(الہندیہ ۵/ ۲۹۸، ط: رشیدیہ)

(۱۶) جس کی ناک کاٹ دی گئی ہو۔(الہندیہ ۵/ ۲۹۸، ط: رشیدیہ)

(۱۷) جس کے تھن کاٹ دیے گئے ہوں یا ایسے خشک ہو گئے ہوں کہ ان میں دودھ نہ اترے۔(الہندیہ ۵/ ۲۹۸،ط:رشیدیہ)

(۱۸) جس کے تھن کا تہائی یا اس سے زیادہ حصہ کاٹ دیا گیا ہو۔(الہندیہ ۵/ ۲۹۸،ط:رشیدیہ)

(۱۹) بھیڑ،بکری کے ایک تھن کی گھنڈی جاتی رہی ہو۔(الہندیہ ۵/ ۲۹۸،ط:رشیدیہ)

(۲۰) جس اونٹنی یا گائے ،بھینس کی دو گھنڈیاں جاتی رہی ہوں۔(الہندیہ ۵/ ۲۹۸،ط:رشیدیہ)

(۲۱) جس گائے یا بھینس کی پوری زبان یا تہائی یا اس سے زیادہ کاٹ دی گئی ہو۔

(الہندیہ ۵/ ۲۹۸،ط:رشیدیہ)

(۲۲) جلالہ یعنی جس کی غذا نجاست و گندگی ہو،اس کے علاوہ کچھ نہ کھائے۔

(الہندیہ ۵/ ۲۹۸،ط:رشیدیہ)

(۲۳) جس کا ایک پاؤں کٹ گیا ہو۔(الہندیہ ۵/ ۲۹۹،ط:رشیدیہ)

(۲۴) خنثیٰ جانور جس میں نر اور مادہ دونوں کی علامتیں جمع ہوں۔(الہندیہ ۵/ ۲۹۹،ط:رشیدیہ)

مسئلہ : کسی جانور کے اعضاء زائد ہوں مثلاً چار کے بجائے پانچ ٹانگیں یا چار کے بجائے آٹھ تھن تو چونکہ یہ عیب ہے لہٰذا ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں۔(المحیط البرہانی ۸/ ۱۷۱،ط:ادارۃ القرآن)

مسئلہ : جس جانور کا پیدائشی طور پر ایک خصیہ نہ ہو اس کی قربانی درست ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ۱۷/ ۳۵۳)

تنبیہ : اگر غیر مقلدین فقہ کی دشمنی اس وجہ سے کرتے ہیں کہ وہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے تو مندرجہ بالا وہ عیوب جن کا ذکر قرآن و حدیث میں صراحتاً و تفصیلاً نہیں ہے،صرف فقہ میں ہے،ان میں سے ہر عیب کے خلاف قرآنِ مجید کی صریح آیت یا کوئی صحیح ،صریح غیر معارض حدیث پیش کریں۔(دیدہ باید)

مسئلہ : ذبح کے وقت گراتے ہوئے جانور کی ٹانگ ٹوٹ گئی یا آنکھ پھوٹ گئی یا کوئی اور عیب پیدا ہو گیا تو قربانی درست ہے۔(بدائع ۵/ ۷۶،ط:رشیدیہ قدیم)

مسئلہ : خریدنے کے بعد اگر جانور میں ایسا عیب پیدا ہو گیا ہو جس سے قربانی درست

نہیں تو مالدار پراس کے بدلے اتنی مالیت کے دوسرے جانور کی قربانی واجب ہے، مسکین وہی عیب دار جانور ذبح کر کے قربانی کرے۔ (بدائع ۵/۷۶، ط: رشیدیہ قدیم)

وہ عیب دار جانور جن کی قربانی جائز ہے لیکن ناپسندیدہ اور مکروہ ہے

(۱) جس کے پیدائشی سینگ نہ ہوں۔

(۲) جس کے سینگ ٹوٹ گئے ہوں مگر ٹوٹنے کا اثر جڑ تک نہیں پہنچا۔

(۳) وہ جانور جو جفتی پر قادر نہ ہو۔

(۴) جو بڑھاپے کے سبب بچے جننے سے عاجز ہو۔

(۵) بچے والی ہو۔

(۶) جس کے تھنوں میں بغیر کسی عیب اور بیماری کے دودھ نہ اترتا ہو۔

(۷) جس کو کھانسنے کی بیماری لاحق ہو۔

(۸) جسے داغا گیا ہو۔

(۹) وہ بھیڑ، بکری جس کی دم پیدائشی طور پر بہت چھوٹی ہو۔

(۱۰) ایسا کانا جس کا کانا پن پوری طرح واضح نہ ہو۔

(۱۱) ایسا لنگڑا جو چلنے پر قادر ہو یعنی چوتھا پاؤں چلنے میں زمین پر رکھ کر چلنے میں اس سے مدد لیتا ہو۔

(۱۲) جس کی بیماری زیادہ ظاہر نہ ہو۔

(۱۳) جس کا کان یا چکتی یا دم یا آنکھ کی روشنی کا تہائی سے کم حصہ جا تا رہا ہو۔

(۱۴) جس کے کچھ دانت نہ ہوں مگر وہ چارہ کھا سکتا ہو۔

(۱۵) مجنون جس کا جنون اس حد تک نہ پہنچا ہو کہ چارہ نہ کھا سکے۔

(۱۶) ایسا خارشی جانور جو فربہ اور موٹا تازہ ہو۔

(۱۷) جس کا کان چیر دیا گیا ہو یا تہائی سے کم کاٹ دیا گیا ہو۔

نوٹ : اگر دونوں کانوں کا کچھ حصہ کاٹ لیا گیا ہو تو دونوں کو جمع کر کے دیکھا جائے اگر مجموعہ تہائی کان تک پہنچ جائے یا اس سے بڑھ جائے تو قربانی جائز نہیں، ورنہ جائز ہے۔

(۱۸) بھینگا جانور۔

(۱۹) وہ بھیڑ، دنبہ جس کی اون کاٹ دی گئی ہو۔

(۲۰) وہ بھیڑ، بکری جس کی زبان کٹ گئی ہو بشرطیکہ چارہ بآسانی کھا سکے۔

(۲۱) جلالہ اونٹ جسے چالیس دن باندھ کر چارہ کھلایا جائے۔

(۲۲) وہ دبلا اور کمزور جانور جو بہت کمزور اور لاغر نہ ہو۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالیٰ : قال القسهتانی واعلم ان الکل لا يخلو عن عيب والمستحب ان يکون سليما عن العيوب الظاهرة فما جوزهھنا جوز مع الکراهة کما فی المضمرات. (الشامیه ۶/۳۲۳،ط:سعید)

مسئلہ : گابھن گائے وغیرہ کی قربانی بلا کراہت جائز ہے۔

مسئلہ : خصی (بدھیا) بکرے کی قربانی جائز بلکہ افضل ہے۔

(ابن ماجہ، مسند احمد، اعلاء السنن ۱۷/۲۵۱، ط: ادارۃ القرآن)

ایامِ قربانی

قربانی کے دن: ہمارے احناف کے نزدیک قربانی کے تین دن ہیں (۱۰، ۱۱، ۱۲)۔
غیر مقلدین کے ہاں چار دن ہیں یعنی ۱۰/ ذی الحجہ سے ۱۳/ ذی الحجہ تک۔

احناف کے دلائل

﴿حدیث نمبر۱﴾ حدثنی أبو عبید مولی ابن أزهر قال : صليت مع علی بن أبی طالب رضی الله عنه العيد و عثمان بن عفان رضی الله عنه محصور فصلی ثم خطب فقال : لا تأکلوا من لحوم أضاحيکم بعد ثلثة أيام فان رسول الله صلی الله عليه وسلم أمر بذلک ...... (الطحاوی ۲/۲۸۰ و اللفظ له،ط:حقانیه، مسلم ۲/۱۵۷،ط:قدیمی)

﴿حدیث نمبر۲﴾ عن نافع عن ابن عمر رضی الله عنه عن رسول الله صلی الله عليه وسلم أنه کان يقول : لا يأکل أحدکم من لحم أضحيته فوق ثلثة أيام. (الطحاوی ۲/۲۸۰ و اللفظ له،ط: حقانیه، مسلم ۲/۱۵۸،ط:قدیمی)

دونوں حدیثوں کا حاصل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن کے بعد قربانی کا گوشت گھر میں رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

اس مضمون کی حدیث تقریباً ١٦/ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔اس حدیث سے بالکل ظاہر ہے کہ جب چوتھے دن گوشت کی ایک بوٹی رکھنے کی بھی اجازت نہیں تو پورا بکرا قربانی کرنا کیسے جائز ہوگا؟ معلوم ہوا کہ قربانی کے تین ہی دن ہیں، اگر چار ہوتے تو چار دنوں تک گوشت رکھنے کی اجازت ہوتی۔

تنبیہ: اس ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ ابتداءِ اسلام میں اکثر مسلمان مسکین تھے تو مالداروں کو حکم دیا کہ ان مساکین اور فقراء کو کھلاؤ اور تین دن کے بعد گھر میں رکھ کر ذخیرہ مت بناؤ۔ پھر جب اللہ تعالی نے وسعت عطا فرمائی تو پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ لہٰذا اب پورا سال بھی رکھنا جائز ہے۔(بخاری ٢/ ٨٣٥، ط: قدیمی)

﴿حدیث نمبر٣﴾ **مالک عن نافع أن عبدالله بن عمر رضی اللہ عنہ قال: الأضحی یومان بعد یوم الأضحی.** (الموطأ ٢٩٩، ط: المکتبة الفاروقیة، ملتان)

امام مالک اور نافع رحمۃ اللہ علیہما کی سلسلۃ الذہب یعنی سنہری سند سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ قربانی کے تین دن ہیں۔

امام ابن حزم رحمہ اللہ تعالی نے حضرت علی، حضرت عمر، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت ابو ہریرہ، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی قربانی کے تین دن ہی روایت کیے ہیں۔

(المحلی بالآثار ٦/ ٤٠، ط: دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

تنبیہ: قارئین کرام! یہ بات یاد رکھیے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وہ اقوال جن کا مدار عقل پر نہیں ہوتا وہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتے ہیں۔ (دیکھیے شرح نخبۃ الفکر، تدریب الراوی وغیرہ)

غیر مقلدین کی دلیل: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: **ان رسول الله ﷺ قال: کل التشریق ذبح.** (مسند الامام أحمد، ابن حبان، الدارقطنی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمام ایام تشریق ذبح (قربانی) کے دن ہیں۔

جواب: اس کے دو جواب ہیں۔

(١) یہ حدیث منکر ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے تو فرمایا تھا: **أیام التشریق أیام أکل و شرب** (مسلم ١/ ٣٦٠) ایام تشریق کھانے پینے کے دن ہیں (یعنی ان میں روزہ نہ رکھیں) یہ

مضمون تقریباً ۱۴ اصحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے روایت فرمایا ہے اس روایت کے خلاف حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی روایت میں ایک راوی سلیمان بن موسیٰ بن الاشدق ہے (**قال البخاری : عنده مناکیر، و قال النسائی: أحد فقهاء و لیس بالقوی فی الحدیث** .... (تهذیب التهذیب ۲/۴۲۴،ط:دار المعرفة،بیروت) اس نے کھانے پینے کے بجائے لفظ ذبح بیان کردیا۔لہٰذا لفظ ذبح اس روایت میں منکر ہے۔

یہی وجہ ہے کہ غیر مقلدین کے سابق مناظر اعظم مولانا بشیر احمد سہوانی اس کو ضعیف کہتے ہیں (فتاوی علمائے حدیث ۱۳/ ۱۷۸، بحوالہ رسائل ۳/ ۳۸۶) نیز غیر مقلدین کے سابق امیر جماعت اہلِ حدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی بھی فرماتے ہیں کہ اس کے ہر طریق میں کچھ نہ کچھ نقص ہے۔(فتاوی علمائے حدیث ۱۳/ ۱۶۹، بحوالہ رسائل ۳/ ۳۸۶)

(۲) اگر بالفرض اس روایت کو محفوظ اور صحیح بھی تسلیم کرلیا جائے تو بھی احتیاط اور تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ درج ذیل اجماعی، اتفاقی اور یقینی صورتوں کو اختیار کیا جائے اور دوسروں کو بھی یہی اختیار کرنے کی دعوت دی جائے۔

اجماعی، اتفاقی اور یقینی امور

(۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ۱۰/ ذی الحجہ کو قربانی کرتے تھے۔

(۲) دس ۱۰/ ذی الحجہ کو قربانی کا ثواب دوسرے ایام کی بنسبت زیادہ ہے۔

عن علی رضی اللہ عنہ قال : النحر ثلاثة أیام أولها أفضلها.

(المحلی بالآثار ۶/ ۴۰،ط:دار الکتب العلمیة،بیروت)

یعنی قربانی کے تین دن ہیں، جن میں سب سے افضل پہلا دن ہے۔

(۳) ۱۰، ۱۱، ۱۲ ان تین تاریخوں میں جس نے قربانی کی، تو یقیناً سب کے ہاں اس کی قربانی ہوگی۔

سوالات ومطالبات

(۱) کیا کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے کبھی چوتھے روز قربانی کی ہے؟ صحیح سند سے بتائیے، یا کرنے کا حکم دیا ہو تو بھی سندِ صحیح سے بتا دیجیے۔

(۲) جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قربانی کے صرف تین دن ہی بتائے ہیں ان کا قول سنت کے خلاف ہے یا نہیں؟ اور انہیں تارکِ سنت اور مخالفِ سنت کہا جائے گا یا نہیں؟

(۳) اگر شرکاء میں کوئی مرزائی یا شیعہ ہو تو سب کی قربانی ہوگی یا نہیں؟

(۴) قربانی کا گوشت تول کر تقسیم کرنا چاہیے یا اندازہ سے بھی جائز ہے؟

(۵) قربانی کی گائے میں عقیقہ یا نذر کا حصہ شامل کرنا حدیث میں منع ہے یا جائز ہے؟

(٦) قربانی کے بجائے اس کی قیمت اپنے احباب میں تقسیم کردے تو قربانی کا ثواب مل جائے گا یا نہیں؟

(۷) قربانی فرض ہے یا واجب یا سنت یا نفل؟ صریح حکم قرآن وحدیث سے تحریر کریں۔

تنبیہ: مندرجہ بالا سوالات کے جوابات صرف قرآن پاک کی صریح آیت یا صحیح، صریح، غیر معارض حدیث سے دینا ضروری ہے۔ کسی امتی کا قول نقل کر کے مشرک بننے کی اجازت نہیں، اسی طرح قیاسات لکھ کر شیطان بننے اور بے سند باتیں لکھ کر بے دین بننے اور جواب سے سکوت کر کے گونگا شیطان بننے کی بھی اجازت نہیں۔

قربانی کے متفرق مسائل

مسئلہ: قربانی کا وقت ۱۰/ ذی الحجہ کی صبح صادق سے شروع ہوتا ہے، البتہ شہر والوں کی قربانی کی صحت کے لیے یہ شرط ہے کہ عید کی نماز کے بعد کریں۔ اگر کسی نے عید کی نماز سے پہلے قربانی کر لی تو یہ قربانی نہیں ہوئی، عید کی نماز کے بعد دوبارہ کرنا واجب ہے۔

ہاں اگر نماز کے بعد لوگوں نے قربانی کر لی پھر معلوم ہوا کہ کسی سبب سے نماز ادا نہ ہوئی مثلاً امام کا وضو نہ تھا تو قربانی جائز ہوگی، قربانی دوبارہ کرنا ضروری نہیں۔ اسی طرح اگر کسی وجہ سے عید کی نماز پہلے دن نہ پڑھی جا سکے تو زوالِ آفتاب کے بعد قربانی درست ہے اور دوسرے دن نمازِ عید سے قبل بھی درست ہے۔ (الشامیہ، ٦/ ۳۱۹، ط: سعید)

مسئلہ: دیہات میں صبح صادق کے بعد قربانی کی جا سکتی ہے مگر مستحب یہ ہے کہ طلوعِ آفتاب کے بعد کرے۔ (بدائع ۵/ ۸۰، ط: رشیدیہ قدیم)

مسئلہ : اگر شہری نے اپنی قربانی دیہات میں بھیج دی تو نمازِ عید سے قبل صبح صادق کے بعد اسے ذبح کرنا درست ہے اور اگر دیہاتی نے شہر بھیج دی تو نمازِ عید کے بعد ذبح کرنا ضروری ہے۔(ہدایہ۴/۴۴۶،ط:رحمانیہ)

مسئلہ : مالدار نے ایامِ قربانی میں قربانی نہیں کی تو اگر اس نے قربانی کا جانور پہلے سے خریدا تھا، تو اس زندہ جانور کا صدقہ کرنا واجب ہے اگر مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ذبح کر لیا تو اس کا سارا گوشت پوست صدقہ کر دے اگر کچھ اپنے استعمال میں لایا ہے تو اس کی قیمت صدقہ کر دے۔ نیز زندہ جانور کی قیمت اگر اس گوشت پوست سے زیادہ ہے تو وہ زیادتی بھی صدقہ کر دے، اگر جانور خریدا نہیں تو ایک درمیانی بکری کی قیمت ایک مسکین کو دے دے۔ گائے کے ساتویں حصے کی قیمت دینے سے بری الذمہ نہ ہوگا۔(الشامیہ۶/۳۲۰،ط:سعید، امدادالاحکام۴/۲۷۳)

مسئلہ : مسکین نے قربانی خرید لی لیکن ایامِ قربانی میں ذبح کرنے کی نوبت کسی وجہ سے نہیں آئی تو اس پر واجب ہے کہ زندہ جانور کو صدقہ کر دے۔(فتح القدیر ۸/۴۳۲،ط:رشیدیہ قدیم)

مسئلہ : ایک ملک کے رہنے والوں نے دوسرے ملک میں قربانی کا جانور خرید کر قربانی کرنا چاہی، مثلاً سعودی عرب یا امریکہ، برطانیہ وغیرہ کے باشندے نے پاکستان میں قربانی بھیج دی یا پاکستان کے باشندوں نے افغانستان میں قربانی کرنا چاہی تو ان کی قربانی درست ہے، بشرطیکہ دونوں ملکوں میں عیدالاضحیٰ ایک ہی دن ہو، اگر دونوں ملکوں کی عید میں ایک یا دو دن کا فرق ہے تو صحتِ قربانی کے لیے یہ شرط ہے کہ اس دن کی جائے جس دن دونوں ملکوں میں عید ہو۔ اگر اس دن سے آگے پیچھے کیا تو قربانی صحیح نہ ہوگی، دوبارہ کرنا واجب ہوگی۔(الہندیہ ۵/۲۹۶،ط:رشیدیہ)

مسئلہ : ایامِ اضحیہ میں قربانی نہیں کی تو بعد میں یوم الاداء کی قیمت صدقہ کرے یعنی جس دن اس واجب کو ادا کرنے کا ارادہ ہو اسی دن درمیانے بکرے کی جتنی قیمت ہو کسی مسکین کو دے دے۔(احسن الفتاوی ۷/۵۳۳،ط:سعید)

مسئلہ : اگر جانور وزن کے اعتبار سے خریدا اس طور پر کہ ذبح کے بعد جتنا گوشت نکلے گا فی کلو کے اعتبار سے اتنے اتنے پیسے دوں گا تو ثمن مجہول ہونے کی وجہ سے بیع فاسد ہے

اور اس بیع کا فسخ کرنا واجب ہے، البتہ اگر مشتری نے جانور پر قبضہ کرلیا اور قربانی کر لی تو وہ مالک ہو جائے گا اور قربانی بھی ادا ہو جائے گی۔ (الھندیہ ۵/۳۰۲، ط: رشیدیہ)

مسئلہ : قربانی کا جانور بدک کر کسی کا مالی یا جانی نقصان کر دے تو جانور کے مالک پر تاوان نہیں۔ (الشامیہ ۱۰/۲۹۱، ط: رشیدیہ)

قربانی میں شرکت کے احکام

مسئلہ : قربانی کے جانور میں حصوں کی تعیین ضروری ہے اس طور پر کہ کس شخص کا حصہ کس جانور میں ہے، اگر جانور متعین نہ کیا گیا بایں طور کہ دو گائے میں چودہ آدمی بلا تعیینِ جانور شریک ہو گئے تو بھی قربانی جائز ہو جائے گی (استحساناً)۔ البتہ گوشت کی تقسیم کا طریقہ کار یہ ہوگا کہ دونوں گائے کے گوشت کو ملا کر چودہ حصے کر لیے جائیں۔ (امداد الاحکام ۴/۲۷۳، ط: دار العلوم)

مسئلہ : گائے بھینس اونٹ میں سات اور اس سے کم آدمی شریک ہو سکتے ہیں بشرطیکہ ان میں سے کسی کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہ ہو اور سب کی نیت ثواب کی ہو اگر کسی کا حصہ ساتویں سے کم ہو یا اس کی نیت محض گوشت کھانے کی ہے تو پھر کسی کی بھی قربانی درست نہ ہوگی۔ عقیقہ بھی چونکہ ثواب کا کام ہے۔ اس لیے عقیقہ کی نیت سے کوئی شرکت کرے تو بھی جائز ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ جس گائے میں قربانی کا حصہ ہے اس میں عقیقے کا حصہ نہ ڈالے۔

(بدائع ۵/۷۱، ط: رشیدیہ قدیم، الخانیہ علی ھامش الھندیہ ۵/۳۰۴، ط: رشیدیہ مسلم ابوداؤد، بحوالہ مشکوۃ ۱۲۷)

مسئلہ : قربانی کے لیے جانور خریدتے وقت نیت تھی کہ دوسروں کو شریک کرے گا تو اس کے لیے خریدنے کے بعد دوسروں کو شریک کرنا اور نہ کرنا دونوں جائز ہے۔

(بدائع ۵/۷۲، ط: رشیدیہ قدیم، الشامیہ ۶/۳۱۷، ط: سعید)

مسئلہ : اگر خریدتے وقت دوسروں کی شرکت کی نیت نہیں تھی پورا جانور اپنے لیے خریدا تو مالدار کے لیے ایک روایت کے مطابق دوسروں کو شریک کرنا درست ہے۔ اور فقیر کے لیے دوسروں کو شریک کرنا درست نہیں پورا جانور اپنی طرف سے ذبح کرنا ضروری ہے۔

بہر حال مالدار کے لیے بھی دوسروں کو شریک کرنا ناپسندیدہ اور خلاف احتیاط ہے۔ احتیاط

اور بہتری اسی میں ہے کہ نیت کے مطابق پورے جانور کو اپنی طرف سے ذبح کر دے۔

(بدائع ۲/۵/۷۷، ط: رشیدیہ قدیم)

مسئلہ : اگر شرکاء میں سے کوئی سود، بیمہ، قمار وغیرہ حرام آمدنی کی رقم جمع کر کے شریک ہو گیا تو پھر کسی کی بھی قربانی نہیں ہوگی۔ (الہندیہ ۵/ ۳۴۹، ط: رشیدیہ)

مسئلہ : اجتماعی قربانی میں اگر تمام شرکاء اپنی مرضی سے سری، پائے، قصابوں یا انتظامیہ کے لیے چھوڑ دیں تو قصابوں اور انتظامیہ کے لیے ان کا لے جانا جائز ہے، البتہ بطورِ اجرت دینا جائز نہیں۔ (امداد المفتین ۸۰۰، ط: دارالاشاعت)

مسئلہ : شیعہ، قادیانی، مجوسی وغیرہ کسی غیر مسلم اور مرتد و زندیق کو شریک کرنا جائز نہیں، اگر شریک کر لیا تو پھر کسی کی بھی قربانی نہ ہوگی۔ مسلمانوں پر دوبارہ کرنا واجب اور ضروری ہے۔ (طحطاوی علی الدر ۴/ ۱۶۶، ط: رشیدیہ)

مسئلہ : اگر قربانی میں کوئی حصے دار اپنا حصہ کسی مرحوم کی جانب سے کرنا چاہے تو اس کی صورت یہ ہوگی کہ وہ نیت تو اپنی طرف سے قربانی کی کر لے اور ثواب مرحوم کو بخش دے۔ (امداد الاحکام ۴/ ۲۳۳، ط: دارالعلوم)

مسئلہ : اگر کوئی صاحبِ نصاب شخص اپنے کسی مرحوم کی طرف سے قربانی کی نیت کر لے تو اِس قربانی سے اس کے ذمہ جو قربانی ہے وہ ساقط نہ ہوگی بلکہ اس کو اپنی طرف سے دوسری قربانی کرنی پڑے گی البتہ اپنی طرف سے قربانی کی نیت کرنے کے بعد اس کا ثواب اپنے مرحومین میں سے کسی کو بخش سکتا ہے۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ ایک نفلی قربانی کر کے سب مرحومین کو ثواب بخش دے۔ (اعلاء السنن، ۱۷/ ۲۰۹، ط: ادارۃ القرآن)

مسئلہ : اگر قربانی کے جانور میں غلطی سے سات سے زیادہ افراد شریک ہو جائیں تو دو صورتیں ہیں: (۱) اگر قربانی ذبح کرنے سے پہلے پہلے پتہ چل گیا تو زائد افراد اپنے حصے کی قیمت بقیہ شرکاء سے وصول کر کے الگ ہو جائیں۔ (۲) اور اگر سات سے زائد افراد کی جانب سے قربانی کر لی گئی تو ان سب کی قربانی باطل ہو جائے گی اور اس کی جگہ ایامِ قربانی میں قربانی کرنا

ضروری ہے، اور ایامِ قربانی گزرنے کے بعد ہر ایک پر ایک متوسط قربانی کی قیمت کا تصدق ضروری ہے۔ (الشامیۃ ۳۰۶/۶، ط: سعید)

مسئلہ : قربانی کے سات حصہ داروں میں سے کسی کے لیے جانور ذبح کرنے یا گوشت وغیرہ بنانے کی اجرت لینا جائز نہیں۔ (احسن الفتاوی، ۵۱۸/۷، ط: سعید)

غیر مقلدین اور مرزائی کی شرکت

غیر مقلدین کے نزدیک اگر حصہ داروں میں مرزائی شریک ہو تو قربانی جائز ہے۔

(فتاویٰ علماءِ اہلِ حدیث ۸۹/۱۳، بحوالہ رسائل ۳۸۴/۳)

مطالبہ : پوری امت کے اتفاق کے خلاف غیر مقلدین کے مولویوں نے جو جواز کا فتویٰ دیا ہے وہ فتویٰ جس آیت اور حدیث میں صراحۃً موجود ہے وہ صریح آیت اور صحیح صریح غیر معارض حدیث بتائیں، یا اپنے مولویوں کے ضال مضل ہونے کا اعلان کریں۔

قربانی کے آداب اور مستحبات

مسئلہ : مستحب یہ ہے کہ قربانی کا جانور خوب فربہ (موٹا) بہت خوب صورت اور بڑی جسامت کا ہو۔ نیز بکروں اور دنبوں میں سب سے بہتر سینگوں والا سفید یا چتکبرا خصی مینڈھا ہے۔ (بدائع ۸۰/۵، ط: رشیدیہ قدیم)

مسئلہ : ایامِ قربانی سے پہلے جانور خرید کر گھر میں پالنا، ہار پہنانا، جھول ڈالنا، قربان گاہ کی طرف نرمی سے ہنکانا، تیز دار آلہ سے ذبح کرنا، ذبح کے بعد پوری جان نکلنے اور ٹھنڈا ہو جانے تک گوشت پوست نہ اتارنا، اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا یا دوسرے سے ذبح کروا کر خود وہاں موجود رہنا وغیرہ امور بہتر اور افضل ہیں۔ (بدائع ۷۸/۵ تا ۸۰، ط: رشیدیہ قدیم، مسند احمد، اعلاء السنن ۲۷۱/۱۷، ط: ادارۃ القرآن)

مسئلہ : مستحب اور بہتر ہے کہ جانور کو قبلہ رخ لٹانے کے بعد یہ دعا پڑھے:

اِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِی فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ إِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ أُمِرْتُ وَأَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۔

(رواہ احمد وابوداود وابن ماجہ والدارمی، مشکوۃ ۱۲۸، ط: قدیمی)

اور جب بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر ذبح کر چکے تو یہ دعا پڑھے :

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّی كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِيْبِكَ مُحَمَّدٍ وَّخَلِيْلِكَ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِمَا السَّلَام.

قربانی کے مکروہات

(۱) جانور کولٹانے کے بعد چھری تیز کرنا یا اس کے سامنے تیز کرنا۔(الشامیہ ۶/ ۲۹۶، ط:سعید)

(۲) لوہے کے بغیر کسی دوسرے آلہ سے ذبح کرنا یا کند چھری سے ذبح کرنا۔

(الہندیہ ۵/۳۰۰، ط: رشیدیہ، الشامیہ ۶/ ۲۹۶، ط:سعید)

(۳) ٹھنڈا ہونے سے پہلے سر کاٹنا یا کھال اتارنا، گدی کی طرف سے ذبح کرنا۔

(الشامیہ ۶/ ۲۹۶، ط:سعید)

(۴) قبلہ رخ ہوئے بغیر ذبح کرنا اور چھری حرام مغز تک پہنچانا یا گردن کاٹ کر الگ کرنا۔(الشامیہ ۶/ ۲۹۶، ط:سعید)

(۵) ذبح سے پہلے قربانی کے لیے خریدے ہوئے جانور کے بال کاٹنا، اس پر سوار ہونا، بوجھ لادنا، اسے کرایہ پر چلانا وغیرہ، غرض اس کے کسی جزء سے انتفاع مکروہ وممنوع ہے۔

(الہندیہ ۵/۳۰۰، ط: رشیدیہ)

(۶) اس کا دودھ دوہنا اور گوبر استعمال کرنا، البتہ اگر جانور کو گھر میں باندھ کر چارہ کھلایا جائے تو اس کا دودھ اور گوبر اسی کی ملکیت ہے، صدقہ کرنے کے بجائے اپنے استعمال میں لا سکتے ہیں۔(الہندیہ ۵/۳۰۱، ط: رشیدیہ)

(۷) جانور کے رسے اور جھول کو اپنے استعمال میں لانا بھی مکروہ اور ممنوع ہے، ان چیزوں کا صدقہ کرنا ضروری ہے۔(بدائع ۵/۸۱، ط: رشیدیہ، الشامیہ ۶/ ۳۲۸، ط:سعید)

(۸) رات کے وقت ذبح کرنا، یہ کراہیت صرف فعل میں ہے قربانی بلا کراہیت ادا ہوگی۔(الشامیہ، اعلاء السنن ۱۷/ ۲۷۵، ط: ادارۃ القرآن)

متفرق مسائل

مسئلہ : جانور کے ذبح کرنے میں چار رگیں کاٹی جاتی ہیں۔

(الف) ''حلقوم'' یعنی سانس کی نالی جس کو ''نزخرہ'' کہتے ہیں۔

(ب) ''مری'' یعنی کھانے پینے کی نالی۔

(ج،د) ودجین یعنی شہ رگ جو حلقوم ومری کے دائیں بائیں ہوتی ہیں اگر ذبح کے وقت یہ چاروں نہ کٹ سکیں تو حلال ہونے کے لیے ان میں سے تین کا کٹ جانا بھی کافی ہے۔(الشامیہ ۶/۲۹۴، ط:سعید)

مسئلہ : '' ذبح فوق العقدہ'' کی صورت میں چونکہ یہ رگیں کٹ جاتی ہیں اس لیے جانور حلال ہے۔(امداد الفتاویٰ ۳/۵۳۹، ط:ادارۃ القرآن)

مسئلہ : حلال جانور کے درج ذیل اجزاء حرام ہیں :

(۱) بہتا خون (۲) ذکر (۳) مادہ کا فرج

(۴) مثانہ (۵) غدود (۶) خصیے

(۷) پتہ (۸) حرام مغز

(الشامیہ ۶/۳۱۱، ط:سعید، طحطاوی علی الدر ۴/۳۶۰، ط:المکتبۃ العربیہ)

مسئلہ : اوجھڑی کھانا جائز ہے۔(الشامیہ ۶/۳۱۱، ط:سعید)

مسئلہ : قربانی کے جانور کے دودھ، اون اور گوبر سے نفع اٹھانا درج ذیل صورتوں میں جائز ہے:

(۱) جانور گھر کا پالتو ہو۔(۲) جانور خریدا ہو مگر خریدتے وقت قربانی کی نیت نہ ہو۔

(۳) قربانی کی نیت سے خریدا ہو مگر اس کی گزر باہر چرنے پر نہ ہو، بلکہ مالک اس کو اپنا چارہ کھلاتا ہو۔(احسن الفتاویٰ ۷/۴۷۸، ط:سعید)

مسئلہ : کسی نے دوسرے کے جانور کو انجانے میں ذبح کر دیا تو اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱) اگر مالک نے ذبح شدہ جانور لے لیا اور تاوان وصول نہ کیا تو مالک کی طرف سے قربانی ہوجائے گی۔

(۲) اگر مالک نے ذبح شدہ جانور نہ لیا بلکہ تاوان وصول کیا تو اس صورت میں مالک کی طرف سے قربانی ادا نہ ہوگی بلکہ ذبح کرنے والے کی طرف سے ادا ہوجائے گی۔

(الشامیہ۹/۵۴٦، ط: رشیدیہ)

گوشت اور چرم (کھال) کے مسائل

مسئلہ : مستحب یہ ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کرے، ایک حصہ عام مساکین کے لیے دوسرا حصہ اعزہ واقارب کے لیے اور تیسرا اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لیے، البتہ اگر سارا گوشت خود رکھنا چاہے تو بھی جائز ہے۔(الہندیہ ۵/۳۰۰، ط: رشیدیہ)

مسئلہ : قربانی کا گوشت ذمی کافر کو بھی دے سکتے ہیں۔(الہندیہ۵/۳۰۰، ط: رشیدیہ)

مسئلہ : قصاب کی اجرت میں اور زکوٰۃ میں گوشت وغیرہ کا کوئی جزء دینا جائز نہیں۔

(الہندیہ۵/۳۰۱، ط: رشیدیہ، بخاری، مسلم، اعلاء السنن۱۷/۲٦۰، ط: ادارۃ القرآن)

مسئلہ : اپنی قربانی کا گوشت بیچنا جائز نہیں، اگر بیچ دیا تو اس رقم کا استعمال حرام ہے، ساری رقم کسی مسکین کو دینا ضروری ہے۔ البتہ کسی کو اگر کسی اور نے اپنی قربانی کا گوشت دیا ہے اور اِس نے وہ گوشت بیچ دیا تو اس کے لیے بیچنا اور اس رقم کا استعمال کرنا جائز ہے۔

(احسن الفتاوی۷/۴۸٦، ط: سعید)

مسئلہ : اگر نوکر یا ملازم کا کھانا اس کی تنخواہ کا حصہ ہو یعنی اس کا کھانا بھی تنخواہ میں شمار کیا جاتا ہو تو ایسے ملازم یا نوکر کو قربانی کا گوشت کھانے میں دینا جائز نہیں، البتہ اگر یہ صورت اختیار کی جائے کہ اس کو ان دنوں کے کھانے کی قیمت دیدے تو پھر کھلانا جائز ہوگا۔ البتہ جن کا کھانا اجرت اور تنخواہ کا حصہ نہیں اس کو کھلانا جائز ہے۔(احسن الفتاویٰ۷/۴۹۴، ط: سعید)

مسئلہ : میت کی وصیت پر تہائی مال سے قربانی کی تو پورا گوشت پوست، مساکین پر صدقہ کرنا واجب ہے۔(الشامیہ٦/۳۳۵، ط: سعید)

مسئلہ : شرکاء پر واجب ہے کہ قربانی کا گوشت تول کر تقسیم کریں، اندازہ سے تقسیم کرنا جائز نہیں، البتہ اگر سری یا پائے، کلے یا کھال کے ٹکڑے کر کے ہر حصہ پر ایک ایک ٹکڑا رکھ دیا تو وزن کرنا ضروری نہیں اندازہ سے بھی تقسیم کر سکتے ہیں۔ (الشامیہ ۶/ ۳۱۷، ۳۱۸، ط: سعید)

مسئلہ : اگر تمام شرکاء ایک گھر کے افراد ہوں جن کا کھانا پینا مشترک ہو تو پھر گوشت کی تقسیم ضروری نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ۷/ ۵۰۰، ط: سعید)

مسئلہ : اگر تمام شرکاء باہمی رضامندی سے تقسیم سے پہلے مشترک طور پر سارا گوشت یا اس کا کوئی حصہ صدقہ کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ (احسن الفتاویٰ ۷/ ۵۰۷، ط: سعید)

مسئلہ : قربانی کی کھال میں مالک کو اختیار ہے، چاہے صدقہ کر دے یعنی کسی مسکین یا مالدار کو دے دے یا اپنے استعمال میں لے آئے یعنی اس سے مصلّٰی، مشکیزہ، ڈول، دستر خوان، جوتے، موزے وغیرہ بنائے یا اس کے عوض ایسی چیز خریدے جسے استعمال کے لیے خرچ نہیں کرنا پڑتا بلکہ باقی رکھتے ہوئے اس سے نفع اٹھایا جا سکتا ہو مثلاً کتاب، قلم، کپڑا، برتن وغیرہ، خریدنے کے بعد یہ چیزیں بھی بحکم گوشت وکھال کے ہو جاتی ہیں، چاہے خود استعمال کرے چاہے بیچ کر اس کی رقم مساکین پر صدقہ کر دے۔ (فتح القدیر ۸/ ۴۳۶، ط: رشیدیہ قدیم، الشامیہ ۶/ ۳۲۸، ط: سعید، اعلاء السنن ۱۷/ ۲۵۹، ط: ادارۃ القرآن)

مسئلہ : گوشت کی طرح کھال میں بھی سب شرکاء شریک ہوتے ہیں لہٰذا دوسروں کے حصے ان کی رضامندی سے خود رکھے یا کسی کو دے۔ (البزازیۃ علی ہامش الہندیہ ۶/ ۲۹۴، : رشیدیہ)

مسئلہ : کھال اتارنے میں بے احتیاطی کی وجہ سے کھال میں سوراخ کر کے اسے بے کار اور کم قیمت بنانا جائز نہیں۔ (الہندیہ ۴/ ۳۳۸، ط: رشیدیہ)

مسئلہ : کھال اتارنے سے پہلے کھال بیچنا جائز نہیں۔ (الہندیہ ۳/ ۱۲۹، ط: رشیدیہ)

مسئلہ : زکوۃ، صدقہ فطر اور قربانی کی کھال کی رقم مسجد، مدرسہ، شفاخانہ یا کسی بھی قسم کے رفاہی ادارے کی تعمیر میں لگانا جائز نہیں کیونکہ ان تمام چیزوں کا فقیر کی ملکیت میں دینا ضروری ہے اور یہاں تملیکِ فقیر نہیں پائی جاتی۔ البتہ مدرسہ میں پڑھنے والے مستحقین زکوٰۃ طلبہ کے طعام وغیرہ پر خرچ کی جا سکتی ہے۔ (احسن الفتاویٰ، ۷/ ۴۹۵)

مسئلہ : کھال کے بہترین مصارف یہ ہیں۔

(الف) رشتہ دار نیک مسکین (ب) مجاہدین اسلام (د) دینی مدارس کے طلبہ

(الہندیۃ ۱/ ۱۸۷، ط: رشیدیہ)

قربانی کی کھالوں کا بہترین مصرف

حضرت مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ’’مدارس اسلامیہ کے غریب اور نادار طلباء ان کھالوں کا بہترین مصرف ہیں کہ اس میں صدقہ کا ثواب بھی ہے، احیاء دین کی خدمت بھی‘‘۔ (جواہر الفقہ ۱/ ۴۵۲)

عیدالاضحیٰ کے دن مسنون ومستحب اعمال

(۱) صبح سویرے اٹھنا۔

(۲) غسل کرنا۔

(۳) حسبِ استطاعت عمدہ سے عمدہ کپڑے پہننا۔

(۴) مسواک کرنا اور خوشبو لگانا۔

(۵) عید کی نماز عیدگاہ میں پڑھنا، بلا عذر شہر کی مسجد میں نہ پڑھنا، بارش وغیرہ اعذار کی بنا پر مسجد میں بھی پڑھنا بلا کراہت درست ہے۔

(۶) عیدگاہ میں سویرے جانا۔

(۷) پیدل جانا۔

(۸) جس راستے سے جائے اس کے سوا دوسرے راستے سے واپس آنا۔

(۹) تکبیرِ تشریق پڑھتے ہوئے آنا اور جانا۔

(۱۰) عیدالاضحیٰ کی نماز میں جلدی کرنا بخلافِ عیدالفطر۔

عیدین کی نماز اور متفرق مسائل

نماز کا طریقہ : نیت کر کے ہاتھ باندھ لیں اور ثناء پڑھ کر قرأۃ شروع کرنے سے پہلے تین مرتبہ اللہ اکبر کہیں اور ہر مرتبہ مثل تکبیر اول کے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائیں

اور بعد تکبیر کے ہاتھ لٹکا دیں اور ہر تکبیر کے بعد اتنی دیر تک وقفہ کریں کہ تین مرتبہ **سبحان ربی الاعلی** کہہ سکیں، تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ نہ لٹکائیں بلکہ باندھ لیں اور **اعوذ باللہ** اور **بسم اللہ** پڑھ کر سورۃ فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھ کر حسبِ دستور رکوع، سجدہ کر کے کھڑے ہو جائیں اور دوسری رکعت میں پہلے کی طرح سورۃ فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھ لیں اور اس کے بعد تین تکبیریں پہلی رکعت کی طرح کہیں لیکن یہاں تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ نہ باندھیں بلکہ لٹکائے رکھیں اور تکبیر کہہ کر رکوع میں جائیں۔ (امور متفرقہ فی طحاوی، طبرانی، مصنف ابن عبد الرزاق، مسند احمد، ابوداؤد، مصنف ابن ابی شیبہ، مراقی الفلاح وشامیہ)

مسئلہ : نماز کے بعد امام دو خطبے منبر پر کھڑے ہو کر پڑھے۔

(ابن ماجہ ۹۱، ط: قدیمی بخاری ۱/۱۳۱، مسلم ۱/ ۲۸۹، ط: قدیمی)

مسئلہ : عید اور جمعہ اکٹھے ہو جائیں تو بھی دونوں نمازیں پڑھی جائیں گی، نیز دونوں میں **سبح اسم ربک الاعلی** اور **ھل اتک حدیث الغاشیۃ** پڑھنا افضل ہے۔

(مسلم ۱/ ۲۸۸، ط: قدیمی)

مسئلہ : جہاں عید کی نماز پڑھی جائے وہاں اس دن اور کوئی نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے نماز سے پہلے بھی اور بعد میں بھی، ہاں بعد نماز عید کے گھر میں آ کر نفل نماز پڑھنا مکروہ نہیں اور نماز عید سے پہلے گھر اور عیدگاہ دونوں میں مکروہ ہے۔ (بخاری ۱/ ۱۳۵، ط: قدیمی، مسلم ۱/ ۲۹۱، ط: قدیمی، ابن ماجہ ۹۲، ط: قدیمی)

مسئلہ : اگر کوئی شخص عید کی نماز میں ایسے وقت آ کر شریک ہوا کہ امام تکبیروں سے فارغ ہو چکا تھا تو اگر قیام میں آ کر شریک ہوا ہے تو فوراً نیت باندھنے کے بعد تین زائد تکبیریں کہہ لے اگرچہ امام قرأۃ شروع کر چکا ہو اور اگر رکوع میں آ کر شریک ہوا ہے تو اگر غالب گمان ہو کہ تکبیروں سے فراغت کے بعد امام رکوع میں مل جائے گا تو زائد تکبیریں کہہ کر رکوع میں جائے اگر رکوع نہ ملنے کا خوف ہے تو رکوع میں شریک ہو جائے اور حالتِ رکوع میں بجائے تسبیح کے تکبیریں کہہ لے مگر حالتِ رکوع میں تکبیریں کہتے وقت ہاتھ نہ اٹھائے اور اگر قبل اس کے کہ پوری

تکبیریں کہہ چکے امام رکوع سے سر اٹھالے تو یہ بھی کھڑا ہو جائے اور جس قدر تکبیریں رہ گئی ہیں وہ اس سے معاف ہیں۔(الشامیہ۳/۶۴،۶۵،ط:رشیدیہ)

مسئلہ : اگر کسی کی ایک رکعت عید کی نماز میں گزر جائے تو جب وہ اس کو ادا کرنے لگے تو پہلے قرأة کرے اس کے بعد تکبیر کہے اگرچہ قاعدہ کے موافق پہلے زائد تکبیریں کہنی چاہیے تھیں لیکن چونکہ اس طریقے سے دونوں رکعتوں میں تکبیریں پے درپے ہو جاتی ہیں اور یہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ کا مذہب نہیں ہے اس لیے اس کے خلاف حکم دیا گیا ہے۔(الشامیہ۳/۶۴،۶۵،ط:رشیدیہ)

مسئلہ: اگر امام زائد تکبیریں کہنا بھول جائے اور رکوع میں اس کو خیال آئے تو اس کو چاہیے کہ حالت رکوع میں زائد تکبیریں کہہ لے پھر قیام کی طرف نہ لوٹے اور اگر لوٹ جائے تب بھی جائز ہے یعنی نماز فاسد نہ ہوگی لیکن ہر حال میں بوجہ کثرت ازدحام کے سجدہ سہو نہ کرے۔(الشامیہ۳/۶۵،ط:رشیدیہ)

مسئلہ: عید کی نماز کے لیے اذان واقامت نہیں۔(رواہ مسلم،مشکوٰۃ ۱۲۵،ط:قدیمی)

نمازِ عید اور زائد تکبیریں

نمازِ عید میں زائد تکبیریں صرف چھ ہیں،تین پہلی رکعت میں قرأة سے پہلے اور تین دوسری رکعت میں قرأة کے بعد۔

دلیل نمبر ا: قاسم ابوعبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے بعض نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو عید کی نماز پڑھائی تو (بشمول تکبیرِ رکوع کے) چار چار تکبیریں کہیں اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ یہ جنازے کی تکبیروں کی طرح ہیں اسے نہ بھولو اور انگوٹھا بند کرکے چار انگلیوں سے اشارہ فرمایا۔

تنبیہ : یہ حدیث مقبول اور صالح للاحتجاج ہے،امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کو نقل کرکے فرماتے ہیں:**فهذا حديث حسن الاسناد وعبد الله ابن يوسف ويحيى بن حمزة والوضين والقاسم كلهم اهل رواية معروفون بصحة الرواية.**

(شرح معانی الآثار۲/۳۷۱،ط:حقانیہ)

دلیل نمبر۲: حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما نے بھی رسول اللہ ﷺ کی نماز کا یہی طریقہ روایت کیا ہے۔

(مشکوۃ ۱۲۶، ط: قدیمی، مسند احمد ۴/ ۴۱۶، ابوداؤد ۱/ ۱۶۳، طحاوی ۲/ ۲۳۹، بحوالہ رسائل ۴/ ۷۷)

دلیل نمبر۳: اجماعِ صحابہ رضی اللہ عنہم : خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں نمازِ جنازہ کی تکبیرات میں اختلاف کو رفع کرنے کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خلیفہ راشد کی سرپرستی میں متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا کہ تکبیراتِ جنازہ تعداد میں تکبیراتِ عیدین کی طرح ہوں گی یعنی جس طرح عیدین میں (بشمول تکبیرِ رکوع) ایک رکعت میں چار تکبیریں ہیں اسی طرح جنازے میں بھی چار تکبیریں ہوں گی۔ (شرح معانی الآثار ۱/ ۳۱۹، ط: حقانیہ)

سندِ اجماع: اس اجماعِ صحابہ کی سند کے تمام راوی ثقہ اور مقبول ہیں۔

(۱) **فهد كان ثقة.** (حاشیۃ شرح معانی الآثار ۱/ ۱۱، ط: حقانیہ)

(۲) **علی بن معبد فكبير ثقة.** (میزان الاعتدال ۳/ ۱۵۴، ط: دار الفکر)

(۳) **عبيد الله بن عمرو ثقة فقيه.** (حاشیۃ شرح معانی الآثار ۱/ ۱۳۹)

(۴) **زيد بن ابی انيسة ثقة.** (حاشیۃ الطحاوی ۱/ ۱۰۱)

(۵) **حماد و ابراهيم اظهر من الشمس** (كمالا يخفى على من له المعرفة بالرجال)

دلیل نمبر۴: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سعید ابن العاص رضی اللہ عنہ کے سوال کے جواب میں حضرت حذیفہ و ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں فرمایا کہ (نمازِ عید کا طریقہ یہ ہے کہ) چار تکبیریں (بشمول تکبیرِ تحریم) کہہ کر قرأۃ کریں پھر تکبیر اور رکوع کریں، دوسری رکعت میں قرأۃ کے بعد (بشمول تکبیرِ رکوع) چار تکبیریں کہیں۔

قال النيموی رحمه الله تعالىٰ اسناده صحيح. (آثار السنن ۲۸۰، ط: رحمانیہ)

سوال : ان احادیث کے خلاف جن حدیثوں میں بارہ زائد تکبیرات کا ذکر ہے ان کی کیا حقیقت ہے؟

جواب : محدثین حضرات ان کے دو جواب دیتے ہیں۔

(۱) یہ ان روایات کے مقابلے میں کمزور ہیں جن میں صرف چھ زائد تکبیروں کا ذکر ہے۔

محدثِ کبیر امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ چھ زائد تکبیروں کی روایات کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

کلھم اھل روایة معروفون بصحة الروایة لیس کمن روینا عنه الآثار الاول فان کان ھذا الباب من طریق صحة الاسناد یؤخذ فان ھذا اولیٰ ان یؤخذبه. (شرح معانی الآثار ۲/۱۷۳، ط: حقانیه)

(۲) بارہ زائد تکبیروں والی روایات منسوخ ہیں، دلیلِ نسخ یہ ہے کہ یہ قاعدہ ہے کہ جس مسئلہ پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق ہو جائے تو اس کے خلاف احادیث منسوخ سمجھی جاتی ہیں اگرچہ ان کے نقل کرنے والے بھی خود یہی صحابہ کرام ہی ہوں جیسے جنازہ میں چار تکبیروں کی تعیین اور حدِ خمر میں توقیت اور ترکِ بیع امہات اولاد، ان حضرات کے اتفاق و اجماع سے ثابت ہے اور روایاتِ مختلفہ منسوخ ہیں۔

قال الامام الطحاوی رحمه الله تعالیٰ: وما فعلوا من ذلک واجمعوا علیه بعد النبی ﷺ فھو ناسخ لما قد کان فعله النبی ﷺ. (شرح معانی الاثار ۱/۳۱۹، ط: حقانیه)

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو آپ ﷺ اور رضی الله عنھم و رضو عنه کا خطاب پانے والے نفوسِ مطہرہ کی پیروی کی توفیق عطاء فرمائیں۔

سوالاتِ منتظرہ: جو لوگ نہ مجتہد ہیں اور نہ ہی کسی مجمع علیہ مجتہد کے مقلد بلکہ آوارہ اور لامذہب ہیں ان سے صرف تین سوال:

(۱) نمازِ عید کی زائد تکبیروں میں رفعِ یدین فرض ہے یا سنت؟ جواب صحیح، صریح، غیر معارض، مرفوع حدیث سے دینا آپ کا فرضِ منصبی ہے، تکبیراتِ نماز پر قیاس کر کے شیطان بننے کی ضرورت نہیں۔

(۲) نمازِ عید میں خواتین کا بلند آواز سے آمین نہ کہنا اور مردوں کا کہنا، یہ فرق اگر حدیث میں ہے تو بتائیں، استنباط اور قیاس کی اجازت نہیں۔

(۳) عید میں اشتہارات اور دیگر ذرائع ابلاغ سے خواتین کو نہایت اہتمام کے ساتھ عید گاہ میں لانا جبکہ پنج وقتہ فرض نمازوں میں یہ اہتمام نظر نہیں آتا، دونوں میں فرق جس حدیث سے ثابت ہے اس کا حوالہ ضروری ہے۔

﴿جانور کو خصی کرنے کا حکم﴾

جانور کو خصی کرنا جائز ہے (اس نیت سے کہ یہ سرکش نہ رہے اور اس کا گوشت لذیذ ہو جائے) اور اس کی قربانی بھی جائز بلکہ افضل ہے۔

محمد قال : اخبرنا ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم قال : لابأس باخصاء البهائم اذا كان يراد به صلاحها قال محمد : وبه نأخذ وهو قول أبي حنيفة رحمه الله تعالیٰ. (كتاب الآثار صـ ۱۷٦)

ترجمہ : حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جانوروں کے خصی کرنے میں کوئی قباحت نہیں جبکہ مقصود اس سے یہ ہو کہ سرکش نہ رہے، امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم اس قول کو لیتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔

(۱) متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم سے صحیح سند سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے خود خصی جانور کی قربانی کی ہے۔

ضحى رسول الله ﷺ بكبشين املحين موجوئين (خصيتين) .(الحديث)

ترجمہ : رسول اللہ ﷺ نے دو سیاہ رنگ والے خصی مینڈھوں کی قربانی کی۔

اس قسم کے مضمون کی احادیث درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہیں:

(۱) حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۲) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۴) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
(۵) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(مجمع الزوائد ۴/ ۱۸، طحاوی ۲/ ۲۷٦، ابن ماجہ، سنن کبریٰ، ابوداؤد، مشکوۃ)

فائدہ : اگر جانور کا خصی کرنا ناجائز ہوتا تو آپ ﷺ مجمع عام میں اس کی قربانی نہ کرتے، آپ ﷺ کا مجمع عام میں خصی جانور کی قربانی کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ جانور کو خصی کرنا جائز ہے۔

قال الامام الطحاوی رحمه الله تعالیٰ : وقد رأينا رسول الله ﷺ ضحى

بکبشین موجوئین وهما المضوضان خصا هما و المفعول به ذلک قد انقطع ان یکون لہ نسل فلو کان اخصاء هما مکروها اذا لما ضحی بهما رسول اللہ ﷺ لینتهی الناس عن ذلک فلا یفعلونه لانهم متی ماعلموا ان ما اخصی تجنب او تجافی احجموا عن ذلک فلا یفعلوه. (طحاوی ۲/۳۵۶)

ترجمہ : امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو خصی مینڈھوں کی قربانی کی .... پس اگر ان کا خصی کرنا مکروہ اور ناجائز ہوتا تو آپ ﷺ ان کی قربانی نہ کرتے تاکہ لوگ ان کے خصی کرنے سے منع ہو جائیں، اس لیے کہ جب لوگ جانتے کہ خصی کی قربانی سے بچنا ضروری ہے تو وہ پھر رک جاتے اور ایسا کام نہ کرتے۔

(۲) جلیل القدر تابعی حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد : قال لا بأس بخصآء الدواب. (مصنف ابن ابی شیبہ ۷/۵۷۵، سنن کبریٰ ۱۰/۲۵)

ترجمہ : جانوروں کو خصی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

(۳) عظیم القدر تابعی، حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ : محمد قال : اخبرنا ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم قال : لا بأس باخصآء البهائم.

(کتاب الاثار ص: ۱۷۶)

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جانوروں کے خصی کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔

(٤) حضرت عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ کا فرمان: حدثنا وکیع قال حدثنا مالک بن مغول قال سألت عطاء عن خصاء الخیل، قال: ماخیف عضاضة و سوء خلقه فلا بأس به .

ترجمہ: مالک بن مغول رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ سے گھوڑوں کے خصی کرنے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ جس جانور کے کاٹنے اور سرکش ہونے کا ڈر ہو تو پھر اس کے خصی کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۷/۵۷۵، طحاوی ۲/۳۵۶)

(۵) عمر ثانی حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کا حکم :

عن بشير قال : امرني عمر بن عبد العزيز رحمه الله تعالىٰ اخصى بغلاله في خلافته. (سنن كبرىٰ ۲۵/۱۰)

ترجمہ: حضرت عمر ابن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے دورِ خلافت میں اپنے خچر کے خصی کرنے کا حکم دیا۔

(٦) عظیم تابعی حضرت طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ کا عمل :

عن ابن طاؤس عن ابيه انه اخصى جملا.

(مصنف عبد الرزاق ۴۵۶/۴. طحاوی ۵۶/۲)

ترجمہ : حضرت طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اونٹ کو خصی کیا تھا۔

(۷) جلیل الشان تابعی حضرت عروہ رحمہ اللہ کا عمل :

عن هشام عن عروة رحمه الله تعالىٰ عن ابيه انه اخصىٰ بغلاله.

(مصنف عبد الرزاق ۴۵۶/۴، سنن كبرى، طحاوی ۵۶/۲)

ترجمہ : حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خچر کو خصی کیا۔

(۸) محدثِ عظیم ابو زکریا النووی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فرمان :

قال النووی رحمه الله تعالىٰ : لايجوز خصاء حيوان لا يوكل في صغره ولا في كبره ويجوز اخصاء الماكول في صغره لان فيه غرضا وهو طيب لحمه. (روح المعانی ۱۵۰/۳)

ترجمہ: حضرت امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حیوان غیر ماکول اللحم کا خصی کرنا جائز نہیں، چاہے چھوٹی عمر میں ہو یا بڑی عمر میں اور حیوان ماکول اللحم کا خصی کرنا چھوٹی عمر میں جائز ہے اس لیے کہ اس سے مقصود گوشت کا عمدہ ہونا ہے۔

(۹) امام تعبیر الرؤیا محمد بن سیرین تابعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول :

عن ايوب عن ابن سيرين قال : لاباس بخصاء الخيل لو تركت الفحول

لا كل بعضها بعضاً.(مصنف ابن ابی شيبه ٧/٥٧٥،سنن كبرى ١٠/٢٥)

ترجمہ : حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ گھوڑوں کے خصی کرنے میں کوئی حرج نہیں، اگر نر جانور کو ویسے چھوڑ دیا جائے تو ایک دوسرے کو کھا جائیں گے۔

(١٠) قال الامام الطحاوی رحمه الله تعالیٰ : ولا يشبه اخصاء البهائم اخصاء بنى آدم لان اخصاء البهائم انما يراد به ما ذكرنا من سمانتها وقطع عضها فذلك مباح و بنو آدم فانما يراد باخصائهم المعاصى فذلك غير مباح.(طحاوى ٢/٣٥٦)

ترجمہ : محدثِ عظیم امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جانوروں کا خصی کرنا آدمیوں کے خصی کرنے کے مشابہ نہیں، بوجہ اس کے کہ مقصود جانوروں کے خصی کرنے سے انکا فربہ ہو جانا اور سرکش نہ رہنا ہے، لہٰذا جانور کا خصی کرنا جائز ہے اور آدمیوں کے خصی بنانے سے مقصود صرف معصیت ہوتی ہے اس وجہ سے ناجائز ہے۔

(١١) قال الامام البيهقى رحمه الله تعالیٰ : ويحتمل جواز ذلك اذا اتصل به غرض صحيح كما حكينا عن التابعين وروينا فى كتاب الضحايا تضحية النبى ﷺ بكبشين موجوئين وذلك لما فيه من تطيب اللحم.

(سنن كبرىٰ ١٠/٢٥)

ترجمہ : امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جانوروں کا خصی کرنا جائز ہے جبکہ اس سے غرض صحیح مطلوب ہو، جیسا کہ ہم نے جلیل القدر تابعین کے اقوال واعمال نقل کیے اور کتاب الضحایا میں ہم نے ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ نے دو خصی مینڈھوں کی قربانی کی کیوں کہ اس سے جانور کا گوشت لذیذ ہو جاتا ہے۔

(١) علامہ زیلعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ :

قال العلامة الزيلعى رحمه الله تعالیٰ : وخصاء البهائم اى جاز لانه عليه الصلوٰة والسلام ضحى بكبشين املحين موجوئين والموجوء هو

الخصی.(تبیین الحقائق ۶/ ۳۱)

ترجمہ : جانوروں کا خصی کرنا جائز ہے اس لیے کہ آپ ﷺ نے دو سیاہ سفید رنگ والے خصی مینڈھوں کی قربانی کی۔

(۲) علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ :

قال العلامة ابن نجیم رحمه الله تعالیٰ : وخصی البهائم یعنی یجوز لانه علیه الصلوٰة والسلام ضحی بكبشین املحین موجوئین والموجوء هو الخصی.(البحر الرائق ۸/۳۷۵)

(۳) امام ابن الہمام رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ :

قال العلامة ابن الهمام رحمه الله تعالیٰ : ولا بأس بخصاء البهائم.

(فتح القدیر ۸/۴۹۷)

ترجمہ : جانوروں کی خصی کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔

(٤) امام قاضی خان رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ :

قال فی الخانیة : ولا بأس بخصاء البهائم.

(الخانیة علی هامش الهندیة ۳/ ۴۱۰)

ترجمہ : امام قاضی خان رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جانوروں کے خصی کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔

(۵) علامہ ابن البزازالکردری رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ :

قال فی البزازیة : ولا بأس بخصاء البهائم.

(البزازیه علی هامش الهندیة ۶/ ۳۷۱)

ترجمہ : جانوروں کا خصی کرنا جائز ہے۔

(٦) علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ :

قال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ : (قوله وقیدوه) ای جواز

خصاء البهائم بالمنفعة وهی ارادة سمنها ومنعها عن العض بخلاف بنی آدم فانه یراد به المعاصی فیحرم ، أفاده الاتقانی عن الطحاوی.(الشامیة ۶/۳۸۸)

(۷) مفتی شام علامہ حصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ :

قال العلامة الحصکفی رحمه الله تعالیٰ : وجاز خصاء البهائم حتی الهرة.

ترجمہ : جانوروں کا خصی کرنا جائز ہے۔

سوال : کیا جانوروں کے خصی کرنے کی ممانعت میں کوئی صحیح حدیث آئی ہے؟

جواب : نہیں، کسی بھی صحیح حدیث میں اس کی ممانعت موجود نہیں۔

اعتراض ۱ : ''مجمع الزوائد'' میں تو سندِ صحیح سے یہ حدیث موجود ہے:

عن عبد الله بن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما ان رسول الله ﷺ نهی عن صبر ذی الروح وعن اخصاء البهائم نهیا شدیداً.

ترجمہ : رسول اللہ ﷺ نے کسی جانور کو باندھ کر تیر اندازی کرنے سے اور جانور کو خصی بنانے سے بڑی سختی سے منع فرمایا۔

جواب : اس حدیث میں آپ ﷺ کا فرمان صرف ''عن صبر ذی الروح '' تک ہے۔آگے'' عن اخصاء البهائم نهیا شدیداً '' یہ ٹکڑا امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے، آپ ﷺ کا فرمان نہیں۔

دیکھو! امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

(قال الشیخ) قوله واخصاء البهائم صبر شدید قیاس علی مانهی عنه من صبر الروح وهو قول الزهری رحمه الله تعالیٰ فقد رواه غیر عبید الله عن ابی ذئب مرسلاً وجعل الکلام فی الاخصاء عن قول الزهری.

(سنن کبریٰ ۱۰/۲۴)

اعتراض ۲ : حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے متعلق منقول ہے:

کان ینھی عن اخصاء البھائم. (کہ وہ جانور کو خصی بنانے سے منع فرمایا کرتے تھے) اس کا کیا جواب ہے؟

جواب : حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک قول وہ ہے جو "بواسطہ غیر عاصم" منقول ہے وہ منقطع ہے اور جو "بواسطہ عاصم" ہے اس میں بھی ضعف ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وھذا منقطع و روایات عاصم فیھا ضعف. واللہ اعلم". (سنن کبریٰ ۱۰/۲۴)

اشکال : **عن انس رضی اللہ عنہ فی قولہ تعالیٰ : ﴿فلیغیرن خلق اللہ﴾ قال من تغیر خلق اللہ الخصاء** ۔ کہ خصی کرنا اللہ تعالیٰ کی پیدائش کو تبدیل کرنا ہے، اس کا کیا جواب ہے؟

جواب : اس کے کئی جواب ہیں:

(۱) جس نے اس سے استدلال کیا ہے اس نے اس کی سند کی بحوالہ توثیق کی زحمت نہیں فرمائی۔

(۲) "تغیر خلق اللہ" کو خصی بنانے پر محمول کرنا یقینی نہیں بلکہ بعض نے تو اس کو غلط قرار دے کر کہا ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے دین کو تبدیل کرنا ہے۔

"مصنف عبدالرزاق" میں اس تاویل کو غلط قرار دیتے ہوئے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **اخطأ. لیغیرن خلق اللہ قال دین اللہ.**

فرماتے ہیں کہ اس سے خصی کرنا مراد لینا غلط ہے، اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا دین ہے۔

(۳) اس آیت کے تحت حضرات مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ جنہوں نے "تغیرِ خلق اللہ" سے خصی بنانا مراد لیا ہے ان کی مراد یہ ہے کہ مَردوں کو خصی بنانا ناجائز ہے نہ کہ دوسرے جانوروں کا خصی بنانا۔

علامہ نسفی رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں :

.... بفقءِ عین الحامی واعفائہ عن الرکوب او بالخصاء وھو مباح فی البھائم محظور فی بنی آدم. (تفسیر مدارک ۱/۲۵۲)

علامہ نسفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے کہ اس آیت میں جس خصاء کی حرمت ہے وہ آدمیوں کو خصی بنانے میں ہے، جانوروں کا خصی بنانا مباح ہے۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

احمد ممتاز

دارالافتاء جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم
مدنی کالونی ہاکس بے روڈ گریکس ماری پور کراچی
۲۲/محرم الحرام ۱۴۲۳ھ

حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحبؒ کی چند کتابیں

ناشر تعمیر معاشرہ جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم
مدنی کالونی، ہاکس بے روڈ گریکس، ماڑی پور کراچی 0333-2117851